ڈاکٹر رشید امجد

ڈین،فیکلٹی آف لینگویجز اینڈ لیٹریچر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ، اسلا م آباد

رحمت علی شاد

سکالر پی ۔ایچ۔ ڈین بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

قرۃ العین حیدر کی منظر نگاری

Dr Rasheed Amjed

Dean FLL, International Islamic University,Islamabad

Rahmat Ali Shad

Scholar PHD, International Islamic University, Islamabad

The Landscapes of Qurat ul Ain Haider

Picturization skills of Quratul ain Haider have beautified urdu literature. It is the art of picturization which makes her promenent among the other writers of her age. Her pen paints lovely and living pictures. She avoids traditional plots and her art of depiction makes her plots unique and modern. Enchanting scenes and biwitching atmosphere created by Quratul ain Haider take reader in the world of fantasy where he can not feels the colours of life. She presents the scenario of this beautiful universe in romantic way with full zeal and zest, that is why her forceful depiction leaves indelible imprints on the minds of readers. She sees and paints the pains and pleasures of life with such mastry which make us able to see the real picture of life.

ہندوستانی تہذیبی تاریخ کے ارتقا کی راوی قرۃ العین حیدر جس کے ثقہ ہونے کا اعتراف دنیائے اردو ادب کے بڑے بڑے دانش ور کر چکے ہیں، نے نہ صرف فنی عظمت کا معیار قائم کیا بلکہ شدتِ تاثر، زندگی کی رمزیت کے خوبصورت بیان، اپنے منفرد تخلیقی وژن اور اعلیٰ درجے کی منظر نگاری کے ذریعے اردو ادب کو گہرائی اور گیرائی عطا کی۔

منظر نگاری شعرا کے یہاں کثرت سے دیکھنے کو ملتی ہے کہ وہ الفاظ کے ذریعے ہر چیز کی تصویر بنا دیتے ہیں مثلاً میر انیس، میر امن دہلوی، پنڈت دیا شنکر نسیم اور مرزا شوق وغیرہ کی مثنویوں کو پڑھتے ہوئے ایسے بہت سے حصے سامنے آئیں گے جن میں قاری یہ محسوس کرتا ہے

کہ وہ خود اس منظر کو دیکھ رہا ہے لیکن نثر میں ایسا کم کم دیکھنے کو ملتا ہے لیکن جب ہم منظر نگاری کے حوالے سے قرۃ العین حیدر کی تحریروں کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ بات کھل کر ہماری سامنے آتی ہے کہ وہ جس منظر کو بھی بیان کرتی ہیں اپنے پرفریب طرزِ نگارش سے جزیات سمیت اس کی مکمل تصویر نہ صرف ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے بلکہ ہم اپنے آپ کو اس منظر کا حصہ تصور کرنے لگتے ہیں بلکہ اگر قاری ان کی تحریروں کو پڑھنے، سمجھنے اور محسوس بھی کرنے لگ جائے تو اُسے ایک خاص قسم کا سرور اور حظ ان کی تحریروں اور مناظر میں پنہاں دکھائی دے گا بلکہ یہاں تک کہ وہ اگر کسی جگہ خوفناک قسم کے منظر کی عکاسی کرتی ہیں تو ان کے بیان کردہ منظر میں اتنی جان ہوتی ہے کہ قاری واقعی اپنے آپ کو اس خوف اور ڈر میں گھرا ہوا محسوس کرتا ہے اور پھر اِدھر اُدھر دیکھ کر اُسے اطمینان ہوتا ہے کہ میں تو صرف پڑھ رہا ہوں ایسا کچھ نہیں ہے۔ مثلاً ایک جگہ پر وہ ڈولتی کائنات، فضا کی چیخوں، تاریک ہواؤں اور مرے ہوئے انسانوں کا ذکر کرتی ہیں۔ منظر ملاحظہ فرمائیں۔

''کائنات یک لخت بہت تیزی سے چاروں اور ڈولنے لگی۔ فضا کی چیخیں بلند ہوگئیں۔ شعلے اونچے اُٹھتے گئے چاند تیزی سے گھومنے لگا۔ عناصر کے طوفان کی گھن گرج کے ساتھ ساتھ تاریک ہوائیں فراٹے بھرنے لگیں۔ زمین، آسمان، ساری دنیا، ساری کائنات سب سرخ ہو گئے اس نے خوفزدہ ہوکر، بے حد خوفزدہ ہوکر ڈرتے ڈرتے دوبارہ آنکھیں کھولیں مرے ہوئے انسان، ان گنت مرے ہوئے انسان چاروں طرف نیچے گر رہے تھے، گدھ چکر کاٹ رہے تھے، گیدڑ چیخ رہے تھے، چیلیں منڈلا رہی تھیں'' [۱]

قرۃ العین حیدر کو اگر فضا آفرینی کی ملکہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ وہ اپنی تحریروں میں الفاظ کے ذریعے ایک ایسا کینوس تیار کر لیتی ہیں جس میں متنوع اقسام کے مناظر ہمارے سامنے گھومنا شروع کر دیتے ہیں۔ راقم کے خیال کے مطابق وہ اپنی تحریروں میں منظر نگاری کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتی تھیں اسی لیے ان کی تحریروں میں جگہ جگہ رنگا رنگ مناظر ابھر کر سامنے آنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ان کے ناولو ں میں پک نک پارٹیاں، کلب، دوستیاں اور نوجوانوں کے غور و فکر اور ریہرسل کے مختلف ہنگامے پوری شدومد کے ساتھ سامنے آتے ہیں بظاہر وہ چیزیں جو غیر ضروری اور بے مصرف سی دکھائی دیتی ہیں لیکن جب ان تحریروں میں ایسے ایسے مناظر آئیں گے جو پوری طرح مسحور کر کے قاری کو اپنی گرفت میں لے لیں گے تو اس طرح وہ بے مقصد فضا یا بات چیت انتہائی کارآمد اور موثر ہو جائے گی۔ مثال ملاحظہ فرمائیں۔

''پھر مدھم چاند تیرتا ہوا اندھیرے میں نیچے اُتر آیا اور اس کی ہلکی سی روشنی سارے میں پھیل گئی اس روشنی میں زلزلے آرہے تھے اور دیواریں ہل رہی تھیں اور ہر طرف ٹوٹے ہوئے پھاٹک اور بند دروازے تھے۔ اس کی جانی پہچانی گومتی کے کنارے کنارے جو راستہ جاتا تھا اس کے آخری سرے پر شمشان تھا جس میں اب شعلے لپکنے لگے تھے۔ جتنا جتنا وہ آگے بڑھتی ان شعلوں کی لپک زیادہ ہوتی جاتی پھر وہ رک گئی اور گھر کی اور واپس مڑ گئی۔ شعلے مدھم پڑ گئے اور شمشان بھومی میں خاموشی چھا گئی اس نے پھر چلنا شروع کیا آگ کی تیزی سے ساری فضا سرخ ہوگئی''۔ [۲]

قرۃ العین حیدر کی تحریروں میں فضا آفرینی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ وہ جب اپنی تحریروں میں آنے والے کرداروں کے احساسات و جذبات اور عمل و فعل کی لہروں کو پیش کرتی ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہاں پر بھی مناظر کے بیان پر زیادہ زور دیا گیا ہے بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ ان کے ناولوں اور افسانوں میں روایتی پلاٹ سے ہٹ کر جدید پلاٹ کی بُنت بھی مناظر سے ہی تشکیل پاتی ہے تو زیادہ صحیح ہوگا اسی لیے ان کے پلاٹ کی ترتیب و تشکیل میں فضا آفرینی اور دل کشی سی پیدا ہو جاتی ہے جو قارئین کے لیے دل چسپی کا موجب بنتی ہے۔ ان کی

کہانیوں میں یکے بعد دیگرے کئی مناظر ابھرتے دکھائی دیتے ہیں اور اکثر اوقات وہ اپنے محبوب موضوع تہذیبی تاریخ کو بیان کرنے کے لیے بھی منظر کشی سے ہی کام لیتی ہیں۔ مثلاً

''وہ ارنسٹ برومیل کے ساتھ لکھنؤ کی خاموش سڑک پر جس کے دورویہ یوکلپٹس کے درخت تھے ٹہل رہا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا وہ چلتے چلتے کافی دور نکل آئے تھے۔ یہ ایک اور خاموش سڑک تھی جس پر ایک طرف ازابلا تھوبرن کالج کی بلند عمارتیں تھیں دوسری طرف، دوسری جانب گومتی بہتی تھی۔ آم کے جھنڈ تھے۔ خوبصورت کوٹھیاں تھیں، نمبر اکیس، نمبر بائیس، نمبر تئیس، یہ سڑک مانوس تھی، یہ سارا منظر مانوس تھا، پس منظر بھی جہاں گنجان محلے تھے، عدالتیں تھیں، جیل تھے۔ شیشے کی طرح کی خاموشی سارے میں پھیلی تھی''۔ ۳؎

قرۃ العین حیدر اگر کسی گلستاں کا ذکر کرتی ہیں تو اس کے اندر انواع واقسام کے پھولوں اور مناظر کا ذکر اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اس طرح اُبھرتا ہے کہ قاری پڑھتے پڑھتے نہ صرف رنگا رنگ پھولوں کی اقسام سے روشناس ہوتا ہے بلکہ وہ ان پھولوں کی خوشبو تک محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ان کے ناولوں کی زبان اور فضا کچھ ایسی ہے جو قارئین کو اپنے طلسم میں پوری طرح جکڑ لیتی ہے اور اس کا تاثر کافی دیر تک قائم رہتا ہے جو ایک مسحور کن سی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ چوں کہ ان کے پیش کردہ مناظر گوناگوں رنگوں، کیفیتوں کے حامل ہوتے ہیں اس لیے وہ قاری کے ذہن واحساس میں ارتعاش پیدا کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں مثلاً ان کی تحریروں میں کہیں کوئی بات ختم ہوتی ہے یا کوئی سین اختتام پزیر ہوتا تو مختلف مناظر پر مشتمل بہت سے دلکش جملے پڑنے کو ملتے ہیں مثلاً:

''میرے چاروں طرف مکمل سکوت ہے اور مکمل حسن اور اس سکوت میں حیات کی مختلف آوازیں اِدھر اُدھر بہتی جارہی ہیں۔ جھرنوں کا شور ہے، پھول کھل رہے ہیں''۔ ۴؎

''برسات کی وجہ سے گھاس اور درخت زمرد کے رنگ کے دکھلائی پڑ رہے تھے۔ اسوک کے تاریخی اور سرخ پھول گہری ہریالی میں تیزی سے جھلملاتے تھے اور ہیرے کی ایسی جگمگاتی پانی کی لڑیاں گھاس پر ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر گئی تھیں''۔ ۵؎

''چوتھا پہر آیا، سورج ڈوبنے لگا، ہواؤں میں خوشبوئیں امنڈ آئیں، شامِ اودھ اپنی پوری آب وتاب سے بزم آرا ہوئی سارے شہر کو رنگارنگ خوشبوؤں نے اپنی لپیٹ میں لے لیا''۔ ۶؎

''ندی میں ڈوبتے سورج کی کرنیں اب رنگ برنگی لہروں پر چم چم کرتیں۔ ساری دنیا کائنات، زندگی پیش منظر کا جو دھندلا سا اٹکل پچو خاکہ ہمارے ذہنوں میں تھا وہ ہمارے سامنے ان لہروں پر ناچتا رہتا''۔ ۷؎

قرۃ العین حیدر کی افسانوی تحریروں میں تکنیک کا تنوع، انسان اور کائنات کا باہمی تعلق، دکھ کا فلسفہ، روح کی تنہائی، تہذیبی تاریخ کو بیان کرتے ہوئے مشترکہ تہذیب کے لٹنے کا بیان، جزیات نگاری، استعاراتی اثر آفرینی، کردار نگاری کے ذریعے فضا آفرینی، شعور کی رو اور اعلیٰ درجے کی منظر نگاری ان کے فن کی مختلف جہات ہیں، ایک جگہ رئیس حسین ''آگ کا دریا'' کا تجزیہ کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ

''میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اس قدر پلاٹ اور تاریخ پر گرفت تو ہو سکتی تھی مگر اس کی منظر نگاری میں یہ کمالِ ژرف نگاہی ــــــ۔ اور اس منظر کی عکس بندی کی رعایت سے، ڈھائی ہزار برس پہلے کی قدیم ہندوستان کی تہذیب کے دھڑکتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ دینا عینی جیسی باکمال ہستی کا کام تھا''۔ ۸؎

قراۃ العین حیدر کے ناولوں میں حسنِ کائنات کی فضا آفریں تصاویر جگہ جگہ نظر آتی ہیں چوں کہ منظر نگاری کا تعلق فطرت کی رنگینی کو پیش کرنے سے ہے اسی لیے ان کے ہاں رومانی انداز میں حسنِ کائنات کی تصویر کشی اور منظر نگاری تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ نظر آتی ہے۔ منظر نگاری کا مقصد ہی زندگی کی تصویر کشی اور فضا آفرینی ہے۔ زندگی کے مختلف رنگوں کو فن کے کینوس پر ابھارنے کا کام قرۃ العین حیدر بخوبی سرانجام دیتی نظر آتی ہیں۔ حسنِ زندگی کی تصویر کشی اور منظر نگاری میں ان کا کوئی جواب نہیں وہ زندگی کی تلخ حقیقتوں اور تہذیبی تاریخ کو لفظوں کے خوبصورت استعاروں میں بیان کر جاتی ہیں۔ ان کی منظر نگاری زندگی کی حسین شاموں، خوشگوار صبحوں کے ساتھ ساتھ وقت کے دریا میں بنتی اور بگڑتی تہذیبوں کے گرد گھومتی نظر آتی ہے۔ مثال کے لیے

> ''وقت کے اس دیوانے کھیل میں صرف بھول جانے کی ضرورت ہے۔ اس شیشے کی طرح کی خاموشی کے پرے ان تاریک راستوں پر آندھیاں چلتی ہیں۔ جہاں خیال رہتا ہے اور یہ اندھیرا زمانہ جس میں ہمارا ماضی اور ہمارا مستقبل محض تشریحی نوٹس کے ذریعے کتب خانوں میں محفوظ کر دیا جائے گا''۔ ۹

قرۃ العین حیدر اپنے ناولوں میں زندگی کو مختلف پہلوؤں سے دیکھتی ہیں اور کچھ نئی جہتیں اور کچھ نئے زاویے دریافت کرتی ہیں۔ وہ اپنی تخلیقی ذہانت کی بدولت ناول کی اندرونی ساخت اور پلاٹ کو کہانی پن کی بجائے مختلف مناظر سے ترتیب دے کر اپنی تحریروں کو شگفتہ، خوش آہنگ اور فکر انگیز بناتی ہیں۔ اظہار و بیان اور فضا آفرینی پر گرفت کی بدولت وہ بہت سی خوبصورت مرقعے بناتی چلی جاتی ہیں جن کی فضا قاری کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ وہ اپنی کہانی میں مختلف مناظر متشکل کر کے ان میں مختلف اور موزوں کردار ڈالتی جاتی ہیں اور پھر ان کرداروں کو مصورانہ اور خلاقانہ چابک دستی سے تراشتی اور سنوارتی ہیں۔ اس سلسلے میں پروفیسر قمر رئیس کی رائے

> ''قراۃ العین حیدر کے فن کی انفرادیت کا ایک امتیازی پہلو جو ہر قاری کو متاثر کرتا ہے ان کا خوبصورت، رواں دواں اور شائستہ نثری اسلوب ہے جس میں چستی اور تازگی ہی نہیں، تہہ داری اور تنوع بھی ہے۔ اس اسلوب کا تعلق ان کی ذہنی افتاد اور نظریات سے بھی ہے''۔ ۱۰

'قراۃ العین حیدر کی تحریروں میں جملے نہایت سادہ، آہنگ سے مزین اور خیال کی رو کی طرح رواں دواں ہوتے ہیں۔ وہ منظر نگاری سے ایک خاص ماحول کی تخلیق کرتی ہیں اس طرح کہانی اور قاری دونوں کو ساتھ ساتھ لے کر چلتی ہیں لیکن اس سارے عمل میں اظہار کی سطح پر ایک تازگی، غنائیت اور نشاط آفریں شگفتگی قائم رہتی ہے۔ فضا آفریں لفظوں میں ایک منظر کا بیان ہوتا ہے جہاں رنگوں، آوازوں، سکوت اور تحیر کا ماحول ملتا ہے۔ جہاں ان کے ناولوں میں المیاتی تاثر شدت اختیار کرتا ہے وہاں ان کے طرزِ تحریر کی شگفتگی، دل کشی اور منظر نگاری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور اس طرح مختلف مناظر مل کر کہانی کو آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

ایک فطرت کے دلدادہ فنکار کی طرح قرۃ العین حیدر مختلف مناظر اور مختلف فضاؤں کے بیان میں ایک خاص ملکہ رکھتی تھیں۔ مصنفہ کی تحریروں میں ان کا خاص انداز اور خاص وصف منظر نگاری ہی ہے اور ان کی جان دار منظر نگاری ہی ان کی جان دار تحریروں کی ضامن ہے۔ مختلف کیفیات کی عکاسی کے لیے انہوں نے بیانیہ، منظر نگاری اور فضا آفرینی کو اس قدر ترقی دی کہ وہ شکستِ خواب، خواب آفرینی، حرماں نصیبی اور آرزومندی کے جذبات کو موسیقیت کا رنگ دے دیتے ہیں۔ افسانہ اور ناول جس اسلوب میں بھی لکھا جائے۔ چاہے مکالماتی

انداز ہو، چاہے شعور کی رو استعمال ہوئی ہو اور چاہے ڈرامائی افسانوی تحریر ہو قرۃ العین حیدر نے اس طرح منظر نگاری کی کہ وہ ان کی پہچان بن گئی۔علاوہ ازیں آتشِ رفتہ کا سراغ، کھوئے ہوؤں کی جستجو اور انسانی تاریخ وتہذیب کی فلسفیانہ پرکھ ان کی فکری پہچان بنتے ہیں۔مذکورہ بالا تمام چیزوں کو بیان کرتے ہوئے وہ ایک مخصوص قسم کی فضا پیدا کرتی ہیں تو وہاں پر منظر نگاری کو خوب استعمال کرتی دکھائی دیتی ہیں۔قراۃ العین حیدر کو اپنی دھرتی، دھرتی کے باسیوں، اپنی جڑوں اور اپنی تہذیب سے بے پناہ محبت تھی اس کے متعلق ان کی فضا آفرینی کی جھلک ملاحظہ فرمائیں۔

''وہ کسان عورتیں اور مرد جو دن بھر اسے کھیتوں اور پگڈنڈیوں پر اپنے اپنے کام میں مصروف اِدھر اُدھر جاتے نظر آتے تھے۔سب اسی دھرتی کے بیٹے تھے۔ان کی زبان ان کا لب ولہجہ، ان کے گیت، ان کے دکھ سکھ، وہ فضا جس میں وہ پیدا ہوئے تھے یہ سب اس کا اپنا تھا۔اس کا اپنا اور بہت پیارا، اپنی زمین، اپنی گیہوں کی بالیاں، ہوا کی نمی، مٹی کی خوش بو، یہ سب اس کی اپنی مٹی کے دیوتا تھے''۔ ۱۱

قرۃ العین حیدر کو قدرت نے یہ ملکہ عطا کیا تھا کہ وہ کسی بھی صورتِ حال کو بیان کرتے ہوئے اور جزیات نگاری سے کام لیتے ہوئے ایسے ایسے مناظر اور واقعات بیان کر جاتی تھیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے بلکہ ہمیں وہ تمام حالات وواقعات، ناولوں اور افسانوں کی بجائے حقیقی زندگی کے واقعے اور مناظر محسوس ہوتے ہیں۔قرۃ العین حیدر کے ایک ناول ’چاندنی بیگم‘ میں بہت سی جگہوں پہ ایسے کئی مناظر مل جائیں گے کہ پڑھتے ہوئے ان کی جھلک آنکھوں کے سامنے گھوم جاتی ہے۔مثلاً ایک جگہ پر گرلز کالج کے پرنسپل جو چاندنی بیگم کے بڑے ابا کے دوست بھی تھے اور جوان اولاد کے باپ بھی۔چاندنی بیگم کے والدین کے انتقال کے بعد چاندنی بیگم کو اپنے ہاں بلا لیتے ہیں کہ تم تنہا کیسے رہو گی؟ لیکن ابھی تین ایک ہفتے ہی گزرنے پائے تھے کہ پرنسپل صاحب کی نیت خراب ہوگئی۔اس صورتِ حال کی منظر نگاری قرۃ العین حیدر کے ہاں ملاحظہ فرمائیں۔

''ایک رات جب سب لوگ سو چکے تھے آہٹ پر میری آنکھ کھلی۔دیکھا بڑے میاں میرے کمرے کے دروازے میں کھڑے ہیں۔میں نے گھبرا کر بتی جلائی کھسیانے ہو کر واپس بھاگے بیوی شائد باتھ روم جانے کے لیے اٹھی تھیں۔ انہوں نے شوہرِ نامدار کو چوروں کی طرح میرے کمرے سے بھاگتے دیکھ لیا انہیں پہلے سے کچھ شبہ ہو چلا تھا۔طوفان کھڑا ہو گیا بڑے میاں نے کہا یہ آوارہ لڑکی ہے جب سے یہاں آئی ہے میرے پیچھے پڑی ہے کہ میں بے سہارا ہوں۔پرنسپل صاحبہ تو بڑھی کھوسٹ ہوگئی ہیں، مجھ سے نکاح کرلو''۔ ۱۲

قرۃ الیعن حیدر کی دلچسپیاں ہمہ جہت تھیں۔انہوں نے بے شمار موضوعات پر قلم اٹھایا اسی لیے ان کے ہاں رنگا رنگ مناظر ابھرتے نظر آنے لگے۔وہ جس بات کو بھی بیان کرتی تھیں اس کی مخصوص انداز سے اس طرح منظر نگاری کرتی تھیں کہ اس بات کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔مثلاً صوفیا کی روحانیت اور تصوف وطریقت کے متعلق انہوں خوب مرقع کشی کی ہے۔صوفیا حضرات کی اپنی دنیا ہوتی ہے اور ان کی ذات میں بے نیازی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے۔وہ مخالفین سمیت کسی کی بھی برائی سننا پسند نہیں کرتے کیوں کہ سب کے ساتھ محبت کے ساتھ پیش آنا ان کا نصب العین ہوتا ہے۔وہ تو مخالفین اور دشمنوں سے بھی انتقام لینے کے قائل نہیں ہوتے شاید یہی وجہ تھی کہ محبت اور پیار کے بدلے میں عوام کو بھی صوفیا سے بے پناہ عقیدت تھی اور ہے مثلاً قرۃ العین حیدر ''گردشِ رنگِ چمن''میں ایک جگہ پر جرمن باجی کی زبانی ایک صوفی میاں کی کرامت کی

منظر کشی کچھ اس طرح کرتی ہیں کہ۔

''ایک روز لکھنو میں چند لوگوں پر اعتراز کر رہی تھی کہ گلہ بیٹھ گیا حلق سے آواز ہی نہ نکلے دہشت زدہ ہو کر بھاگی بھاگی یہاں پہنچی، میاں سے معافی مانگی، آواز کھل گئی''۔ ۱۳

قرۃ العین حیدر نے بازاری عورتوں کے متعلق بھی لکھا اور خوب لکھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ ایک اعلیٰ اور ماڈرن طبقے سے تعلق رکھنے والی خاتون جس کا مذکورہ بالا قسم کے معاشرے سے دور کا بھی علاقہ نہ تھا اور وہ طوائفوں کی طرزِ معاشرت اور بول چال سے زیادہ واقفیت بھی نہیں رکھتی تھیں لیکن اس کے باوجود عمیق مطالعے کی بدولت انہوں نے اس موضوع پر کافی اچھا لکھا۔ ایسے معلوم پڑتا ہے کہ جیسے انہوں نے اس ماحول میں عرصۂ دراز تک زندگی گزاری ہو اور طوائفوں کی زندگی کا گہرا مشاہدہ کیا ہو لیکن یہ سب ان کے اسلوب اور گہرے مطالعے کی بدولت ہی تھا کہ قاری اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ وہ ایسے محسوس کرتا ہے کہ جیسے وہ فلم دیکھ رہا ہو اور اس فلم کے مختلف رنگا رنگ مناظر اور سین اس کے ذہن پر نقش ہو رہے ہوں۔

قرۃ العین حیدر نے ''گردشِ رنگِ چمن'' میں بازاری عورتوں کی ذلت آمیز زندگی کا نقشہ بھی اس قدر دردناک انداز میں بیان کیا ہے کہ انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سارے کربناک اور دردناک مناظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگ جاتے ہیں مثلاً ایک موقع پر مہرو بائی نے نئی وضع کی ولائتی جرمن سلور چوڑیاں جو اس نے ایک دن قبل خریدی تھیں۔ فروخت ہونے کے لیے خیرو تنبولی کی دکان پر وہ چوڑیاں جیسے ہی پہنچتی ہیں۔ وہ دیکھتے ہی پہلی نظر میں ان چوڑیوں کو پہچان لیتا ہے اور ان کی خبر اہلِ محلّہ کو دے دیتا ہے اور جب یہ خبر نواب ن، مغلانی اور شیخ عبدالباسط کے پہلوان نما بھتیجے عبدالخالق تک پہنچتی ہے تو عبدالخالق آگے بڑھ کر لڑکی پر کس طرح جھپٹتا ہے؟ ملاحظہ فرمائیں۔

''ایک زوردار تھپڑ، قلماقنی، رات کہاں گزاری؟ بولی مال زادی۔ نواب ن مار سے بچنے کے لیے جھک کر دوہری ہو گئی۔ عبدالخالق نے اس کی شال کھینچی جو برقعے سے نکل کر نیچے گھسٹ رہی تھی۔ ذرا ہم بھی تو دیکھیں حرام کی کمائی۔ بول کس تیرے یار نے یہ دیا تحفہ، لچی زمانے بھر کی، حرام الدہر''۔ ۱۴

قرۃ العین حیدر کے یہ جملے طوائفوں کے سماج اور عورتوں کے مکروفریب کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ قرۃ العین کی تحریروں میں لاتعداد واقعات کرداروں کی منظر نگاری اور فضا آفرینی کی صورت میں سامنے آتے ہیں جن کے ذریعے وہ تہذیبی تاریخ تہذیب وتمدن، اپنی جڑوں کی تلاش، کھوئے ہوؤں کی جستجو، بورژوا طبقے کی نمائندگی، تقسیم کا دکھ، آداب ومعاشرت اور مزاج وفطرت کو بااحسن طریقے سے بیان کرنے کا ہنر جانتی تھیں۔ قصہ مختصر انہوں نے منظر نگاری کے ذریعے مختلف واقعات اور کرداروں کے خدوخال کو جس اسلوب میں بیان کیا ہے وہی سب کچھ انہیں منظر نگاری اور فضا آفرینی کی ملکہ کہنے پر مجبور کرتا ہے اور اس سب کے پس منظر میں ان کا مختلف انسانی کیفیتوں کے متعلق گہرا مشاہدہ اہمیت کا حامل ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ قرۃ العین حیدر ''میرے بھی صنم خانے'' سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء، ص: ۲۹۱

۲۔ قرۃ العین حیدر ''سفینۂ غمِ دل'' سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ء، ص: ۱۶۶

۳۔ ایضاً، ص: ۴۶

۴۔ ایضاً ،ص: ۳۶

۵۔ قرۃالعین حیدر ''آگ کا دریا'' سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۷ء ،ص: ۷

۶۔ ایضاً ،ص: ۱۷۱

۷۔ ایضاً ،ص: ۲۱۱

۸۔ رئیس حسین۔ مضمون ''آگ کا دریا اور قرۃالعین حیدر'' مشمولہ ''نیا دور'' ، قرۃالعین حیدر نمبر فروری، مارچ ۲۰۰۹ء محکمہ اطلاعات و رابطہ عامہ اتر پردیش ،ص: ۴۳

۹۔ قرۃالعین حیدر ''سفینۂ غمِ دل'' سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۸ء ص: ۵۳

۱۰۔ قمر رئیس، پروفیسر مضمون ''قرۃالعین حیدر کے کارنامہ پر ایک نظر'' مشمولہ ''روشنائی'' قرۃالعین حیدر نمبر نشری ادارہ پاکستان کراچی جولائی تا ستمبر ۲۰۰۸ء ،ص: ۲۲۱

۱۱۔ قرۃالعین حیدر ''میرے بھی صنم خانے'' سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور ۲۰۰۰ء ،ص: ۲۵۲

۱۲۔ قرۃالعین حیدر ''چاندنی بیگم'' ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دلی ۱۹۹۰ء ،ص: ۱۰۲

۱۳۔ قرۃالعین حیدر ''گردشِ رنگِ چمن'' مکتبۂ دانیال کراچی جولائی ۱۹۷۷ء ،ص: ۵۳۶

۱۴۔ ایضاً ،ص: ۸۴